حدیث-۱

ظاہر و باطن میں یکسانی

عن ابی هریرة رضی اللّٰه عنه قال: قال رسول اللّٰه ﷺ
''ان اللّٰه لاینظر الی صورکم واموالکم، ولکن ینظر الی قلوبکم واعمالکم.'' (صحیح مسلم۔ابن ماجہ۔مسند احمد)

''حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: اللہ تبارک وتعالیٰ تمہاری شکلوں اور مالوں کو نہیں دیکھتا، بلکہ تمہارے دلوں اور اعمال کو دیکھتا ہے۔''

مفہوم

اللہ کے نبی جس قوم میں تشریف لائے وہ ایک بادیہ نشین قوم تھی، ان کے اپنے خاص رواج تھے، فخر ومباہات کے خاص معیار تھے، غیرت، خودداری، ہمت وجواں مردی ان کی شان امتیازی تھی اور ان سب صفات کی ان کے یہاں متعین شکلیں تھیں، مروجہ معیار تھے جن پر وہ جمے ہوئے تھے۔ ان سب چیزوں میں شہرت طلبی اور ریاکاری کی روح کارفرما تھی۔ اسلام نے آ کر ان کے ان آبائی اطوار وعادات کی اصلاح کی، ان کو ریا اور ظاہر پرستی سے پاک کیا، اور ان کو تقویٰ وخوفِ خدا، اخلاص وللّٰہیت، ایمان واحتساب کی سوغات پیش کی اور یہ کام بتدریج دھیرے دھیرے انجام دیا جاتا رہا۔ عربوں میں یہ رواج تھا کہ وہ بتوں پر اپنی قربانیوں کا گوشت چڑھاتے تھے اور ان پر اس کا خون چھڑکتے، اس ذہنیت کی اصلاح اور باطل رسم کو مٹانے کے لئے اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی: ''لَنْ يَّنَالَ اللّٰهَ لُحُوْمُهَا وَلَا دِمَآؤُهَا وَلٰكِنْ يَّنَالُهُ التَّقْوٰى مِنْكُمْ.'' (الحج:۳۷) خدا تک نہ ان کا گوشت پہنچتا ہے نہ خون بلکہ اس تک تمہاری پرہیزگاری پہنچتی ہے۔

اس طرح اسلام نے فخر وریا اور ظاہر پرستی کی جڑ کاٹ دی، اور ایک جاہلی عادت جو ایمان واحتساب کے منافی تھی اس کو باطل قرار دیا اور ایک اصول مقرر کیا کہ اللہ تعالیٰ کے یہاں اصل قیمت خلوص نیت اور ایمان وتقویٰ کی ہے۔ اس حدیث سے بھی اسی مفہوم کی تاکید ہوتی ہے کہ ''اللہ تعالیٰ شکلوں اور مالوں کو نہیں دیکھتا، بلکہ وہ تو کیفیت کو دیکھتا ہے، دل کو دیکھتا ہے'' یہ حدیث حقیقت ایمان کی تصویر پیش کرتی ہے کہ اعمال کی روح تقویٰ ہے، آدمی کو ہمہ وقت اللہ سے ڈرنا چاہئے، ظاہر میں بھی باطن میں بھی، خلوت میں بھی جلوت میں بھی۔ اس حدیث کا مقصد ہے کہ آدمی کا دل تمام شبہات اور خلوص کے منافی باتوں سے پاک ہو یہاں تک کہ وہ مرتبہ احسان پر فائز ہو جائے اور جب انسان احسان کے مرتبے تک پہنچ جاتا ہے تو پھر اس کا ہر عمل اللہ کی رضا کے لئے ہوتا ہے اور وہ ہر طرح کے معاصی سے دور رہتا ہے۔ اللہ کا دھیان ہر وقت اس کے دل ودماغ میں سمایا رہتا ہے، وہ جو قدم بھی اٹھاتا ہے اللہ کا خوف اس سے جدا نہیں ہوتا۔ اللہ کا دھیان اس کے ذہن ودماغ سے الگ نہیں ہوتا ہے، تمام حرکات وسکنات میں رضائے الٰہی اور خوشنودیٔ رب ہی اس کا مقصود ہوتا ہے۔ اور پھر اس طرح اس کی پوری زندگی عبادت بن جاتی ہے، پھر وہ رہتا تو اس زمین پر ہے لیکن آسمان اس کی روح پر ہوتی ہے۔

ان اللہ لا ینظر الی صورکم (اللہ تمہاری صورتوں پر نظر نہیں کرتا) یعنی وہ اس صورت کا کوئی اعتبار نہیں کرتا جس کے پیچھے حقیقت نہ ہو، اس عبادت کو قبول نہیں کرتا جس میں روح ایمانی نہ ہو، انسان کے ہر عمل کی قیمت اس کی نیت کے مطابق ہوتی ہے۔ انما الاعمال بالنیات۔ اگر وہ اپنے اعمال میں مخلص ہے اللہ کی رضا اس کا مقصد ہے اور وہ ریا ونفاق سے دور ہے تو اس کے چھوٹے سے عمل کی بھی بڑی قدر وقیمت ہے۔ یہ نہ ہو تو پہاڑ کے برابر بھی عمل کوئی حیثیت نہیں رکھتا۔

دوسرا جملہ اس حدیث کا یہ ہے کہ ''اللہ تمہارے مالوں کو بھی نہیں دیکھتا'' یعنی جس مال سے صدقہ وخیرات نہ کیا جائے، سائل کا حق ادا نہ کیا جائے، محروم وتہی دستوں کا تعاون نہ کیا جائے، والدین اور رشتہ داروں سے سلوک نہ کیا جائے، ان مالوں پر اللہ پسندیدگی کی نگاہ نہیں فرماتا ہے۔

اللہ کے نبی ﷺ کی یہ رہنمائیاں اور ہدایتیں ایک مومن کے لئے بہت بڑی نعمت ہیں، جن سے روشنی حاصل کر کے وہ اللہ کی اس عظیم نعمت (مال) سے صحیح استفادہ کر سکتا ہے اور اس کو اس کے مواقع میں خرچ کر سکتا ہے۔ اس لیے کہ مال ایک بہت بڑی نعمت ہے لیکن اس وقت

جب کہ اس کا استعمال حکم خدا کے مطابق ہو، اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: "وَمِمَّا رَزَقْنٰهُمْ يُنْفِقُوْنَ." (البقرۃ:۳) (اور جو کچھ ہم نے ان کو عطا کیا ہے اس میں سے خرچ کرتے ہیں) اللہ تعالیٰ اس مال سے بہت خوش ہوتا ہے، جس کو اللہ کے راستے میں خرچ کیا جائے اور اس سے اللہ کی رضا طلب کی جائے۔ اس کا ارشاد ہے :

اَلَّذِيْنَ يُنْفِقُوْنَ اَمْوَالَهُمْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ثُمَّ لَا يُتْبِعُوْنَ مَآ اَنْفَقُوْا مَنًّا وَّلَآ اَذًى لَّهُمْ اَجْرُهُمْ عِنْدَ رَبِّهِمْ وَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ. (البقرہ:۲۶۲)

"جو لوگ اپنا مال خدا کے راستے میں صرف کرتے ہیں پھر اس کے بعد نہ اس خرچ کا (کسی پر) احسان رکھتے ہیں اور نہ (کسی کو) تکلیف دیتے ہیں، ان کا صلہ ان کے پروردگار کے پاس تیار ہے قیامت کے روز نہ ان کو کچھ خوف ہوگا اور نہ وہ غمگین ہوں گے۔"

جب آدمی سخاوت وفیاضی کے ساتھ اور رضاء الٰہی کی جستجو میں صدقہ وخیرات کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کے مال میں برکت دیتا ہے اور اس میں اضافہ کرتا ہے۔

وَمَثَلُ الَّذِيْنَ يُنْفِقُوْنَ اَمْوَالَهُمُ ابْتِغَاءَ مَرْضَاتِ اللّٰهِ وَتَثْبِيْتاً مِّنْ اَنْفُسِهِمْ كَمَثَلِ جَنَّةٍ بِرَبْوَةٍ اَصَابَهَا وَابِلٌ فَاٰتَتْ اُكُلَهَا ضِعْفَيْنِ، فَاِنْ لَّمْ يُصِبْهَا وَابِلٌ فَطَلٌّ وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِيْرٌ (البقرہ:۲۶۵)

"اور جو لوگ خدا کی خوشنودی حاصل کرنے کے لئے اور خلوص نیت سے اپنا مال خرچ کرتے ہیں ان کی مثال ایک باغ کی سی ہے جو اونچی جگہ پر واقع ہو (جب) اس پر مینہ پڑے تو دگنا پھل لائے۔ اگر مینہ نہ بھی پڑے تو خیر پھوار ہی سہی اور خدا تمہارے کاموں کو دیکھ رہا ہے۔"

یہ ہیں وہ مبارک مواقع جہاں خرچ کرنے سے اللہ راضی ہوتا ہے، اس کے برعکس اگر کوئی ریاکاری کے طور پر روپے بہاتا ہے تو اللہ کے نزدیک اس کی کوئی قیمت نہیں ہوتی۔

وَالَّذِيْنَ يُنْفِقُوْنَ اَمْوَالَهُمْ رِئَآءَ النَّاسِ وَلَا يُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ

وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَمَنْ يَّكُنِ الشَّيْطَانُ لَه قَرِيْناً فَسَآءَ قَرِيْناً
(النساء:۳۸)

''اور خرچ بھی کریں تو (خدا کے لئے نہیں بلکہ) لوگوں کو دکھانے کو اور ایمان نہ خدا پر لائیں نہ روزِ آخرت پر (ایسے لوگوں کا ساتھی شیطان ہے) اور جس کا ساتھی شیطان ہوا تو (کچھ شک نہیں) وہ برا ساتھی ہے۔''

تیسرا جملہ حدیث شریف کا یہ ہے ''ولکن ینظر الی قلوبکم'' اللہ تمہارے دلوں کو دیکھتا ہے، یعنی وہ دل جو تقوی کا محل ہے جو ایمانی جوہر کا ظرف ہے اور جہاں طاقت کا خزانہ چھپا ہوتا ہے اللہ اس کو دیکھتا ہے، یعنی اللہ کے یہاں قدر و قیمت تقویٰ کی ہے۔ تقویٰ پر اللہ ثواب دیتا ہے، راضی ہوتا ہے، رحمتوں اور برکتوں کی بارش فرماتا ہے، ایسے بندوں کو اپنے قرب کی سے نوازتا ہے۔ اللہ کا ارشاد ہے:

وَلَوْ اَنَّهُمْ اٰمَنُوْا وَاتَّقَوْا لَمَثُوْبَةٌ مِّنْ عِنْدِاللّٰهِ خَيْرٌ لَوْكَانُوْا يَعْلَمُوْنَ۔ (البقرہ:۱۰۳)

''اور اگر وہ ایمان لاتے اور پرہیزگاری کرتے تو خدا کے ہاں سے بہت اچھا صلہ ملتا۔ اے کاش وہ اس سے واقف ہوتے۔''

دوسری جگہ ارشاد ہے:

وَلَوْ اَنَّ اَهْلَ الْقُرٰٓى اٰمَنُوْا وَاتَّقَوْا لَفَتَحْنَا عَلَيْهِمْ بَرَكَاتٍ مِّنَ السَّمَآءِ وَالْاَرْضِ، وَلٰكِنْ كَذَّبُوْا فَاَخَذْنَاهُمْ بِمَا كَانُوْا يَكْسِبُوْنَ۔ (الاعراف:۹۶)

''اگر ان بستیوں کے لوگ ایمان لے آتے اور پرہیزگار ہو جاتے تو ہم ان پر آسمان اور زمین کی برکات (کے دروازے) کھول دیتے مگر انہوں نے تکذیب کی، سو ان کے اعمال کی سزا میں ہم نے ان کو پکڑ لیا۔''

اسلاف نے اس حقیقت کو سمجھا تھا کہ اللہ کی نظرِ عنایت دل کی کیفیت کی بنا پر ہوتی ہے جس کا دل صاف و پاک ہوتا ہے اللہ اس کی نصرت اور غیبی اعانت فرماتا ہے۔

اِنَّ اللّٰہَ مَعَ الَّذِیْنَ اتَّقَوْا وَّالَّذِیْنَ ھُمْ مُّحْسِنُوْنَ (النحل:۱۲۸)

''کچھ شک نہیں کہ جو پرہیزگار ہیں اور جو نیکوکار ہیں، خدا ان کا مددگار ہے۔''

چوتھا نکتہ حدیث میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ اللہ تمہارے اعمال کو دیکھتا ہے، اللہ تبارک وتعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

فَمَنْ کَانَ یَرْجُوْ لِقَآءَ رَبِّہٖ فَلْیَعْمَلْ عَمَلًا صَالِحاً وَّلَا یُشْرِکْ بِعِبَادَۃِ رَبِّہٖ اَحَداً'' (الکھف:۱۱۰)

''تو جو شخص اپنے پروردگار سے ملنے کی امید رکھے اس کو چاہئے کہ عمل نیک کرے اور اپنے پروردگار کی عبادت میں کسی کو شریک نہ بنائے۔''

حدیث کا فقہی پہلو

حدیث کا خلاصہ یہ نکلا کہ عبادات کی جان یہ ہے کہ بغیر کسی ریا اور دکھاوے کے اللہ کی اطاعت کی جائے، اسی وجہ سے رسول اللہ ﷺ نے ریا کو شرک اصغر بتایا ہے۔ ارشاد فرمایا:

ان اخوف ما اخاف علیکم الشرک الاصغر قالوا: وما الشرک الصغر؟ یا رسول اللّٰہ! قال: الریاء (احمد والطبرانی)

''مجھے تمہارے بارے میں شرک اصغر کا اندیشہ ہے صحابہؓ نے سوال کیا کہ شرک اصغر کیا ہے؟ اے اللہ کے رسول! آپ نے کہا: ریا ونمود''

آپ نے ریا کی طرف خاص طور پر تنبیہ فرمائی اس لیے کہ وہ آہستہ آہستہ دلوں کی طرف اپنا راستہ بنالیتی ہے۔

یہاں یہ بات ملحوظ رکھنی چاہئے کہ ریا کاری بھی دو طرح کی ہوتی ہے۔ ایک تو آدمی عمل صالح فاسد نیت سے کرے تو یہ بہت خطرناک ہے اور دوسرے یہ کہ نیک کام میں رضا تو اللہ کی مقصود ہے لیکن بعد میں بغیر قصد کے دوسری غرض بھی شامل ہوجائے تو اس کا معاملہ ہلکا ہے اس سے اس کا عمل باطل نہیں ہوتا۔ پھر اس میں بھی دو حالتیں ہوں گی ایک یہ کہ جب بھی دوسری غرض اس کے ذہن میں آتی ہے وہ اس کو دور کرنے کی پوری کوشش کرتا ہے اور اپنے دھیان کو اللہ کی طرف لگاتا ہے تو اس میں تو اتفاق ہے کہ اس کا عمل باطل نہ ہوگا۔ اور اس کو پورا اجر ملے گا اور

دوسری صورت یہ ہے کہ وہ دوسری غرض کو دل سے ہٹاتا نہیں ہے۔ بلکہ اللہ کی رضا کے ساتھ جو کہ اس کی اصل نیت ہے وہ اس غرض کو بھی جو بعد میں پیدا ہوگئی اور ضمنی طور پر آ گئی ہے۔ شامل رکھتا ہے تو اس کا حکم کیا ہے؟ اس کے بارے میں اسلاف میں اختلاف ہے۔ امام احمد اور ابن جریر نے راجح اس کو قرار دیا ہے کہ اس سے بھی اس کا عمل باطل نہیں ہوگا اور اس کو اس کی پہلی اور اصل نیت کے مطابق صلہ ملے گا۔ حضرت حسن بصری سے بھی یہی نقل کیا گیا ہے۔

موجودہ حالات اور حدیث

اس حدیث سے پانچ نکات اخذ کئے جاسکتے ہیں:

(۱) ہر عمل میں اخلاص ہو، غیر اللہ کی عبودیت سے اپنے دل کو خالی کر لے۔

(۲) مومن اپنے اندر تقویٰ کو پروان چڑھائے، اپنے آپ کو اس کے سانچے میں ڈھالے کیونکہ اس سے اس کی نجات اور اللہ کی رضا وابستہ ہے۔

(۳) حدیث ان عادات واطوار کو چھوڑنے کی دعوت دیتی ہے جو اخلاص کے منافی ہیں اور مظاہر پرستی اور شکلوں پر زیادہ توجہ مرکوز کرنے سے دور رہنے کی طرف بھی متوجہ کرتی ہے۔

(۴) حدیث کا منشا یہ نہیں کہ آدمی ظاہر کی بالکل ہی فکر نہ کرے بلکہ مطلب یہ ہے کہ صرف اسی پر انحصار نہ کرے۔ ورنہ شرعاً یہ مطلوب ہے کہ ایک مومن کا باطن بھی پاک ہو اور ظاہر بھی صاف ستھرا اور پاکیزہ ہو اور اس کا چہرہ مہرہ لباس بھی اچھا ہو، اس طرح دونوں پہلوؤں سے اس کی شخصیت کامل ہوگی۔

(۵) امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: اس حدیث سے پتا چلا کہ قلب وہ محل ہے جس پر اللہ کی نظر ہوتی ہے، تو اب بڑا تعجب ہے اس شخص پر جو اپنے چہرے اور ظاہر پر تو خوب توجہ کرتا ہے اس کو سجاتا ہے سنوارتا، میل کچیل سے صاف کرتا ہے کہ لوگوں کے دیکھنے کا محل ہے کہیں ایسا نہ ہو کوئی اس کا عیب دیکھ لے۔ اور اپنے دل پر ذرا بھی دھیان نہیں دیتا جو کہ نظر خداوندی کا محل ہے۔ ہونا تو یہ چاہئے تھا کہ اس کو ہر طرح کی گندگی سے پاک وصاف رکھتا کہ خالق کی نظر جب ہو تو اس پر کوئی عیب نہ ہو اور قلب سلیم ہو۔

حدیث-۲

چار قسم کے لوگ

عن سعید الطائی ابی البختری انه قال: حدثنی ابو کبشه الانماری انه سمع رسول اللّٰہ ﷺ یقول: ثلاث اقسم علیهن واحدثکم حدیثا فاحفظوه، قال: مانقص مال عبد من صدقة، ولا ظلم عبد مظلمة صبر علیها الا زاده اللّٰه عزا. ولا فتح عبد باب مسألة الا فتح اللّٰه علیه باب فقر. او کلمة نحوها، واحدثکم حدیثاً فاحفظوه فقال: انما الدنیا لاربعة نفر: عبد رزقه اللّٰه مالا وعلما فهو یتقی ربه فیه ویصل به رحمه ویعلم للّٰه فیه حقا فهذا بافضل المنازل، وعبد رزقه اللّٰه علما ولم یرزقه مالا فهو صادق النیة یقول: لو ان لی مالا لعملت فیه عمل فلان فهو بنیته فاجرهما سواء. وعبد رزقه اللّٰه مالا ولم یرزقه علما یخبط فی ماله بغیر علم. لایتقی فیه ربه ولا یصل رحمه ولا یعلم للّٰه فیه حقاً فهو باخبث المنازل، وعبد لم یرزقه اللّٰه مالا ولا علما فهو یقول: لو ان لی مالا لعملت فیه بعمل فلان فهو بنیته فوزرهما سواء.

(مسند الامام احمد بن حنبل: ج۴ص۲۳۱۔تحفۃ الاحوذی)

''سعید طائی ابوبختری سے مروی ہے کہ انہوں نے کہا مجھ سے ابوکبشہ انماری نے بیان کیا کہ انہوں نے حضور ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا: ''تین باتوں پر قسم کھاتا ہوں، تم سے ایک بات بیان کررہا ہوں اس کو یاد کرلو، کسی بندے کا مال صدقہ کرنے سے کم نہیں ہوتا، جس بندے پر بھی کوئی ظلم ہوتا ہے اور وہ صبر سے کام لیتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کی عزت کو بڑھاتا ہے جو بندہ سوال کا دروازہ کھولتا ہے اس پر اللہ تعالیٰ فقر کا دروازہ کھول دیتا ہے۔ یا اسی سے ملتا جلتا لفظ فرمایا اور تم سے ایک بات بیان کرتا ہوں اسے یاد رکھو۔ پھر فرمایا: دنیا میں چار قسم کے لوگ پائے جاتے ہیں، ایک ایسا بندہ جس کو اللہ تعالیٰ نے مال بھی دیا ہو، علم بھی دیا ہو، وہ بندہ مال میں اللہ تعالیٰ کے حکموں کا پاس ولحاظ رکھتا ہے اور اس کے ذریعے رشتہ داروں کے ساتھ صلہ رحمی کرتا ہے، اس میں اللہ تعالیٰ کے حق (یعنی انفاق فی سبیل اللہ) کو ادا کرتا ہے، یہ بہترین درجہ ہے۔ ایک ایسا بندہ جس کو اللہ تعالیٰ نے علم تو دیا لیکن مال سے محروم رکھا، لیکن وہ مخلص ہے وہ تمنا کرتا ہے کہ کاش میرے پاس مال ہوتا تو میں بھی فلاں کی طرح اعمال خیر میں خرچ کرتا۔ اس کو اس کی نیت کا ثواب ملے گا۔ یہ شخص اور مال کو صحیح مصرف میں خرچ کرنے والا، دونوں شخص ثواب میں برابر ہوں گے۔ ایک ایسا بندہ جس کو اللہ تعالیٰ نے مال تو دیا لیکن وہ علم سے عاری ہے۔ بلا سمجھے بوجھے غلط جگہوں پر خرچ کرتا ہے۔ نہ اس میں اللہ تعالیٰ کا خوف ہوتا ہے اور نہ صلہ رحمی کرتا ہے، نہ ہی کسی اور حق کو جانتا ہے۔ یہ بدترین مرتبہ ہے اور ایک ایسا بندہ ہے جس کو اللہ تعالیٰ نے نہ مال دیا اور نہ علم۔ وہ دل ہی دل میں کہتا ہے کہ کاش ہمارے پاس مال ہوتا تو ہم بھی فلاں کی طرح (عیش وعشرت میں) خرچ کرتے اس کے ساتھ اس کی نیت ہے اس کے حساب سے معاملہ ہوگا۔ دونوں کا انجام یکساں ہوگا۔''

اللہ تعالیٰ نے دنیا کو پیدا فرمایا تو انسان کے آرام وراحت کے لئے اس کو فرحت بخش اور دلکش چیزوں سے سجایا اور حسن وخوبصورتی بخشی تاکہ انسان زمین میں کھیتی باڑی کرے اور اس کے اندر کے معدنیات کو بھی تلاش کرکے ان چیزوں کو بڑھائے اور نتیجہ میں زندگی ترقی کرے اور نئی نئی چیزیں سامنے آتی رہیں اور زمین میں انسان کی خلافت عملی شکل اختیار کرے۔ لیکن یہ سب

اس طرح ہو کہ ان کے حصول سے آخرت کا نفع پیش نظر رہے۔ وہ اس کی راہ سے پھریں نہیں اور ساز و سامان میں لگ کر آخرت کے تقاضوں سے غافل نہ ہوں اور دنیوی لذتوں میں پھنس کر نہ رہ جائیں، لہٰذا حضور ﷺ صحابہ کرام کے سامنے زندگی کا ساتھ دینے والی اعتدال کی راہ کو واضح اور بیان فرماتے رہتے تھے، جس سے دنیا ان کے سامنے حقیر معلوم ہوتی تھی۔

(چنانچہ حضرت مسعر بن سعد سے مروی ہے کہ آپ نے فرمایا: اگر اللہ کے نزدیک دنیا کی قیمت مچھر کے پر کے برابر بھی ہوتی تو اللہ تعالیٰ کافر کو پانی کا ایک گھونٹ بھی نہ پلاتا۔) (تحفۃ الاحوذی ج ۴)

اس لئے کہ کافر اللہ کا دشمن ہے اور دشمن کو کوئی بھی ایسی چیز جو کچھ بھی قیمت رکھتی ہو نہیں دی جاتی۔ دنیا کی لذیذ زندگی اور اس کی پرکشش خوبصورتی بندۂ مومن کو فریفتہ کر لیتی ہے اور دھوکے میں ڈال دیتی ہے، جس کے نتیجے میں وہ دوسرے مذاہب کے پیروؤں کی ہمسری کرنے کے لئے دنیا کی طرف کھنچتا ہے۔ لہٰذا آپ ﷺ تربیت کے لئے نظر آنے والے اور سنائی دینے والے وسائل سے بھی کام لیتے تھے تاکہ مومنین کو زندگی کی لذتوں کی طرف مائل ہونے سے روک سکیں۔ چنانچہ مستورد بن شداد سے مروی ہے کہ میں اس جماعت کے ساتھ تھا جو حضور ﷺ کے ساتھ بکری کے مردار بچے کے پاس رُکی تھی۔ آپ ﷺ نے فرمایا:

دیکھ رہے ہو یہ مردہ بکری بکری والوں کی نظر میں بے قیمت تھی جبھی اس کو پھینک دیا؟ صحابہ کرام نے عرض کیا۔ اللہ کے رسول اس کے بے قیمت ہونے کی وجہ سے ان لوگوں نے اس کو یہاں ڈال دیا ہے۔ تب آپؐ نے فرمایا: دنیا اللہ کے نزدیک اس سے بھی گھٹیا ہے جتنی یہ مردار بکری، بکری والوں کے نزدیک۔

یہ بڑا مؤثر و مبارک انداز تربیت ہے کہ آپ ﷺ چل رہے ہیں، صحابہ کرام بھی آپ کے ہمرکاب ہیں، آپ زمین پر پھینکی ہوئی ایک مردار بکری کے پاس ان کو روک لیتے ہیں پھر اس بدبودار منظر کی طرف ان کو متوجہ کر کے ان کے اندرونی احساسات کو ابھارتے ہیں۔ آپؐ فرماتے ہیں: تم دیکھ رہے ہو! جب یہ بکری اپنے مالکوں کی نظر میں بے قیمت ہوگئی تبھی تو اس کو یہاں ڈالا ہے؟ صحابہ کرام نے جواب دیا۔ اللہ کے رسولؐ سچ ہے جب یہ کسی کام کی نہ رہی جبھی

اس کو پھینکا ہے۔اس حسی اور مشاہد منظر سے آپ ﷺ فائدہ اٹھاتے ہیں اور یہ فرماتے ہوئے ان کو ایک تربیتی سبق دیتے ہیں کہ دنیا اللہ کے نزدیک اس سے زیادہ بے قیمت ہے جتنی یہ مردار بکری، اپنے مالک کے نزدیک۔

یہ نبوی طرز تربیت انسان کی زندگی میں اعتدال وتوازن پیدا کرتا ہے اور طبعی زندگی گزارنے کے ساتھ ساتھ جس میں نہ محرومی ہے نہ فطری سادہ زندگی کے اقدار کو پامال کیا جاتا ہے، روحانی ترقی کے حصول کی قوت عطا کرتا ہے۔

یہ تربیتی مواقع اکثر پیش آتے رہتے ہیں، الفاظ کبھی سخت ہوتے ہیں کبھی نرم۔ حضرت ابو ہریرہؓ سے مروی ہے، فرماتے ہیں ہم نے حضور ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا ''الدنیا ملعونة ملعون مافیها الاذکر الله وماوالاه وعالم ومتعلم'' اللہ تعالیٰ کے ذکر اور اس سے متعلق چیزیں عالم اور متعلّم کے علاوہ دنیا اور دنیا میں جو کچھ ہے سب ملعون ہے۔

(تحفۃ الاحوذی)

تربیت کے معانی اور دنیا کی طرف بندۂ مومن کی نظر کی وضاحت آپ ﷺ کے ذیل کے ارشاد سے ہوتی ہے:

تین باتوں کی قسم کھا کر تم سے ایک بات بیان کرتا ہوں۔اسے یاد رکھو۔ فرمایا:

صدقہ کرنے سے کسی بندے کا مال کم نہیں ہوتا'' یہ موقع انسانی نفس ومزاج اور آدمی کے اندرونی احساسات کے سمجھنے اور اس کی روشنی میں بات کرنے کا متقاضی ہے۔اس لئے کہ شیطان انسان کے اندر خون کی طرح سرایت کئے رہتا ہے اور اس کو اللہ کی راہ میں خرچ کرنے سے ڈراتا رہتا ہے کہ تمہارا مال ختم ہو جائے گا جیسا کہ ارشاد ربانی ہے:

اَلشَّيْطَانُ يَعِدُكُمُ الْفَقْرَ وَيَأْمُرُكُمْ بِالْفَحْشَآءِ وَاللّٰهُ يَعِدُكُمْ مَّغْفِرَةً مِّنْهُ وَفَضْلًا وَّاللّٰهُ وَاسِعٌ عَلِيْمٌ۔ (البقرۃ:۲۶۸)

''(اور دیکھنا) شیطان (کا کہانہ ماننا وہ) تمہیں تنگدستی کا خوف دلاتا اور بے حیائی کے کام کرنے کو کہتا ہے اور خدا تم سے اپنی بخشش اور رحمت کا وعدہ کرتا ہے۔اور خدا بڑی کشائش والا (اور) سب جاننے والا ہے۔''

آپ ﷺ اس طرف اشارہ فرماتے ہیں ''صدقے سے کسی بندے کا مال کم نہیں ہوتا اور جس بندے پر کوئی ظلم ہوتا ہے اور وہ صبر سے کام لیتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کی عزت کو بڑھاتا ہے۔

یہ ظلم دنیا طلبی ہی کے سبب سے ہوتا ہے۔ اور دنیا سے محبت ہی کے سبب سوال کا دروازہ کھلتا اور اس پر اصرار ہوتا ہے۔ اس نفسانی بیماری کو دور کرنے کے لئے آپ ﷺ آگاہ فرماتے ہیں کہ جو شخص سوال کا دروازہ کھولے گا اس کے لئے اللہ تعالیٰ فقر کا دروازہ کھول دے گا یا اسی جیسا لفظ فرمایا: آپ ﷺ دنیا کی محبت اور اس میں غرق ہونے کے مرض کا علاج بتاتے ہوئے فرماتے ہیں کہ اس دنیا کے بارے میں بندۂ مومن کا حال چار صورتوں سے خالی نہیں۔ فرمایا دنیا میں چار قسم کے لوگ پائے جاتے ہیں۔ سب سے بہتر حال اس بندے کا ہے، جس کو اللہ تعالیٰ نے مال اور علم (نفع بخش دینی علم) دونوں دیا ہے وہ اس کے ذریعے اللہ تعالیٰ سے ڈرتا ہے۔ مال کو صحیح مصرف میں لگانے اور علم سے صحیح فائدہ اٹھانے کی فکر کرتا ہے، احتیاط وتقویٰ سے کام لیتا ہے۔ ان دونوں نعمتوں کے ذریعے صلہ رحمی کرتا ہے، مال کی ضرورت ہو تو اس سے فائدہ پہنچاتا ہے اور منصب وجاہ کا اثر ڈالنا ہو تو علمی وقار سے فائدہ پہنچاتا ہے۔ اللہ کا حق جاننے کا مطلب یہ ہے کہ اللہ کے لئے مال کو وقف کرتا اور علم کو پڑھاتا ہے، مسئلہ بتاتا ہے، جس بندے کو یہ دونوں نعمتیں حاصل ہوں، اس کا اللہ کے یہاں بہترین مرتبہ ہے۔

اسی طرح آپؐ نے چند جملوں کے اندر نہایت بلیغ عبارت میں اس دنیا کے ساتھ بندۂ مومن کے معاملے کو واضح فرمادیا کہ وہ دنیا کو آخرت کی کھیتی بنائے، جس سے اس کو دنیا وآخرت دونوں کا فائدہ حاصل ہو، دین کی خدمت کرے، علماء کا اکرام کرے، ضرورتمندوں اور محتاجوں کی مدد کرے، عزیزوں اور پڑوسیوں سے محبت کا اظہار کرے، عالم اسلام کے مسائل کے حل میں دلچسپی لے۔ مسلمانوں اور ضرورتمندوں کی مصیبت دور کرے، اپنے مال کو اعتدال ودانشمندی کے ساتھ خرچ کرے۔ مال کو شرعی اصولوں اور قرآنی احکام کی روشنی میں خرچ کرے، اس کا مال اطاعت خداوندی میں معین بنے اور ثواب کمانے کا وسیلہ ثابت ہو۔ مسلمانوں کی مالداری حضرت عثمانؓ بن عفان کی مالداری کی طرح ہو۔ حضرت عبدالرحمٰنؓ بن عوف کے مال کی طرح ہو، حضرت ابوبکر صدیقؓ کے مال وثروت کی طرح ہو۔ مومن کی دوسری قسم وہ بندہ جس کو اللہ تعالیٰ نے علم دیا

ہے لیکن مال سے محروم رکھا ہے، علم سے مراد ظاہر ہے دینی علم ہے جو نافع ہو اس کو مال کی نعمت نہیں حاصل کہ عزیزوں پر خرچ کرے، مال والے شخص کی طرح اللہ کی راہ میں دے۔

یہ علماء، داعیوں اور مصنّفین کی جماعت ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ان کو علم کی دولت سے نوازا ہے اور ان پر احسان فرمایا ہے۔ ان کی راتیں کتابوں کے مطالعے میں گزرتی ہیں اور وہ علم کے چشمے سے سیراب ہوتے ہیں اور ہر طرح معلومات کے حصول میں مشغول رہتے ہیں۔ ان کو دنیا کمانے کا موقع نہیں مل پاتا، لیکن دل میں ضرورتمندوں اور محتاجوں کی خدمت کا شوق و جذبہ رہتا ہے۔ آرزومند رہتے ہیں کہ مال ہو تو ان پر خرچ کریں وہ مسلمانوں کی مصیبت دور کرنے میں حصہ لینے کے لئے بے چین رہتے ہیں۔ ان کو اس نیت اور ثواب کی آرزو کا وہ صلہ ملے گا جو پہلی قسم کے لوگوں سے کم نہ ہوگا۔

تیسری قسم اس بندے کی ہے جس کو مال کی نعمت تو حاصل ہے لیکن وہ علم سے محروم ہے، لہٰذا علمی کے سبب مال کو جا و بے جا خرچ کرتا ہے، اس میں ذرا بھی خوف خدا نہیں ہوتا، یا اپنی نفسانی خواہش پوری کرنے میں لگا رہتا ہے۔ قاریؒ نے یہ وضاحت کی کہ علم نہ ہونے کی وجہ سے دنیا کی محبت و حرص میں مال کو خرچ نہیں کرتا ہے۔ خرچ کرتا ہے تو شہرت و ناموری کے لئے۔ مال کے حصول و خرچ دونوں میں اس کے دل میں اللہ کا خوف نہیں ہوتا۔

مال کا لالچ، بخل اور حرص کی وجہ سے عزیزوں اور رشتہ داروں پر نہیں خرچ کرتا کہ نہ اس میں رحم کا مادہ ہوتا ہے اور نہ حلم و بردباری ہوتی ہے، اپنے مال کے اندر کسی اور کا حق ہی نہیں سمجھتا ہے۔ مشکوٰۃ میں ہے یعنی مالی حق و فریضہ کو ادا ہی نہیں کرتا۔ ملا علی قاری تشریح کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ خدایا بندوں سے جو بھی حقوق متعلق ہیں ان کو نہیں ادا کرتا۔ یہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک بدترین درجہ ہے۔

مال کی یہ قسم اور دنیا کا اس طرح حاصل ہونا بندۂ مومن کے لئے امتحان و آزمائش ہے اور منافق کے بے راہ ہو جانے اور دوسروں کے فساد اور بگاڑ کا سبب ہے۔

چوتھی قسم وہ ہے کہ نہ اس کو مال حاصل ہے اور نہ علم۔ وہ آرزو یہ کرتا ہے کہ ہم کو مال ملتا تو فلاں شخص کی طرح عیاشی و بدمستی (برے کاموں) میں خرچ کرتا یعنی وہ یہ تمنا کرتا ہے کہ مال ملے تو لذت کوشی میں لگا رہے اور اخلاقی اقدار سے دور رہے، نافرمانوں سے تعلق و محبت

رکھے، برے کے ساتھ رہے، فساد پھیلانے والوں کا ساتھ دے، انہیں میں شامل ہو جائے، انہیں کے نقش قدم پر چلے، انہیں سے ملاپ رکھے اور یہ سب کچھ بے لگام ہو کر علی الاعلان کرے۔ ایسا شخص قیامت کے دن ان برے لوگوں ہی کے ساتھ اٹھایا جائے گا۔ اس لئے کہ آپ ﷺ کا ارشاد ہے کہ آدمی جس سے محبت کرتا ہے۔ اسی کے ساتھ ہوگا۔ حدیث مذکور بھی اسی طرف اشارہ کرتی ہے۔ اس کے ساتھ اس کی نیت ہی کے اعتبار سے معاملہ ہوگا۔ ان دونوں کو گناہ یکساں ہوگا۔

حدیث کا فقہی پہلو

(۱) مال دار بندۂ مومن کے فرائض میں سے ہے کہ اپنے مال کے ذریعے عزیزوں اور رشتہ داروں کے ساتھ مالی تعاون اور حسن سلوک کرے۔ مال دے اور علم سکھائے اور اچھے کاموں میں مال کو خرچ کرے۔ مثلاً اسپتال بنوائے، کنویں کھدوائے اور یتیم خانے قائم کرے وغیرہ۔

(۲) حدیث سے معلوم ہوا کہ عالم کے لئے مال کی تمنا کرنا اور مال کمانے اور بڑھانے کے لئے کوشش کرنا جائز ہے تاکہ وہ اللہ کی راہ میں خرچ کرے۔

موجودہ حالات اور حدیث

(۱) حدیث سے محبتِ دنیا کم کرنے اور اسلامی طرز زندگی کے اندر خرچ اور کمائی دونوں میں اعتدال ومیانہ روی کا سبق ملتا ہے۔ حدیث بتاتی ہے کہ جو شخص اللہ تعالیٰ کی طرف متوجہ ہو اور اپنا معاملہ اللہ کے حوالے کردے اور اس کو اللہ کے فیصلہ پر چھوڑ دے، اس کے لئے اللہ تعالیٰ نے علم اور مال جو بھی پسند فرمایا، اس پر راضی وخوش رہے تو یقینی طور پر وہ دنیا وآخرت دونوں جہاں کی بہتری سے محروم نہ رہے گا۔ بلکہ اس کو بہترین درجہ حاصل ہوگا۔

(۲) حدیث علم اور ان علماء کی تحسین کرتی ہے، جن کو تعلیم وتربیت میں مشغولیت کے سبب مال کمانے اور اس کو بڑھانے کا موقع نہ مل سکا لیکن وہ اللہ کی راہ میں خرچ کرنے کی

تمنا رکھتے ہیں۔ ان لوگوں کو اللہ کی راہ میں خرچ کرنے والوں کے برابر اجر ملے گا۔ یعنی نیک نیتی اور انفاق کے تمنا کے سبب فی سبیل اللہ خرچ کرنے کا ثواب گھر بیٹھے مل جائے گا۔

(۳) حدیث ایسی جماعت کا انجام بتاتی ہے، جس کو صرف دنیا کی فکر رہتی ہے، وہ علم اور مال دونوں سے محروم ہے، لیکن اس کی یہ تمنا ہوتی ہے کہ اس کے پاس مال ہوتا تو وہ بھی ایسی جگہوں پر خرچ کرتا۔ اس نے دنیا و آخرت دونوں سے ہاتھ دھولیا۔